Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۷/۴۲ | ہفتہ ۷ شوال ۱۴۱۲ھ - ۱۱ شہادت ۱۳۷۱ ہش - ۱۱ اپریل ۱۹۹۲ء | نمبر ۸۴

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و امیر مقامی کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

ربوہ ۱۰ اپریل۔ مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی فضل عمر ہسپتال ربوہ نے آج صبح پونے دس بجے محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی صحت کے بارہ میں مندرجہ ذیل رپورٹ بھجوائی ہے۔

"کل رات سے دل کی دھڑکن بہت تیز اور بے قاعدہ ہوگئی تھی جس کی وجہ سے دل کی کارکردگی شدید طور پر متاثر ہوئی لیکن ۲۴ گھنٹے کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دھڑکن کسی حد تک قابو میں آچکی ہے گو کہ بے قاعدگی تاحال موجود ہے۔ گردوں کے عمل میں بھی کمزوری آگئی ہے۔ حالت تاحال تشویشناک ہے۔ احباب شفائے کاملہ عاجلہ کے لئے خصوصی دعا کریں۔

قرار دادِ تعزیت

جماعت احمدیہ برطانیہ کے جملہ افراد نے یہ خبر انتہائی کرب اور دکھ بھرے دل کے ساتھ سنی کہ ہمارے پیارے آقا حضرت امام جماعت الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حرم محترمہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ ۲ اور ۳ اپریل کی درمیانی شب بارہ بجنے کے چند منٹ بعد جمعہ کے روز ۵۶ سال کی عمر میں لندن کے ہسپتال میں مولائے حقیقی سے جاملیں۔ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ مکرم و محترم مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیٹی اور اس لحاظ سے سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ کی سلامتی ہمیشہ آپ پر نازل ہو) کی پڑپوتی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ سیدہ امۃ السلام صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں آپ کی شادی سیدنا حضرت فضل عمر کے صاحبزادے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سے ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۲ء میں منصبِ امامت پر متمکن فرمایا۔ اس طرح حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے ۳۵ سال کا عرصہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زوجیت اور رفاقت میں گزارا۔ زندگی کے آخری دس سال امام جماعت کی اہلیہ کے طور پر آپ نے جس طرح والہانہ خدمت میں دن رات بسر کئے وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قدم بقدم خدمتِ سلسلہ میں بھرپور حصہ لیا اور بالخصوص جماعت احمدیہ کے طبقہ نسواں سے مشفقانہ رابطہ اور تربیت کا فریضہ جس محبت اور لگن سے ادا فرمایا وہ آپ کی محبت بھری یاد کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا ذریعہ رہے گا۔ آپ کا وصال ایک عظیم جماعتی صدمہ ہے جس کی وجہ سے جماعت کا ایک ایک فرد مغموم اور محزون ہے لیکن ہم سب خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی جملہ خدماتِ دینیہ کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے ان کی بہترین جزا عطا فرمائے، ان کو جنت میں مقامِ خاص عطا کرے اور اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقاماتِ قرب سے نوازے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

اس جانکاہ صدمہ کے موقعہ پر ہم اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں صمیمِ قلب سے اٹھنے والے جذباتِ تعزیت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کے ساتھ ہو اور اس مشکل مرحلہ پر معین و مددگار ہو اور اپنے خاص کرم سے حضور انور کے رنجور دل کو تسکین اور صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب حضور انور کی چاروں بیٹیوں، دونوں دامادوں، حضرت بیگم صاحبہ کی

باقی صـ ۲ پر

واقفین نو کی تربیت

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچوں کی تربیت کے بارہ میں والدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر واقفِ زندگی بچہ جو وقف نو میں شامل ہے بچپن سے ہی اس کو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہیئے اور یہ نفرت اس کو گویا ماں کے دودھ میں ملنی چاہیئے۔ جس طرح RADIATION کسی چیز کے اندر سرایت کرتی ہے اس طرح پرورش کرنے والی ماں کی باہوں میں سچائی اس بچہ کے دل میں ڈوبنی چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو پہلے سے بہت بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ ... اس لئے اب ان بچوں کی خاطر ان کو اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی اور پہلے سے کہیں زیادہ احتیاط کے ساتھ گھر میں گفتگو کا انداز اپنانا ہوگا۔ اور احتیاط کرنی ہوگی کہ لغو باتوں کے طور پر یا مذاق کے طور پر بھی وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے کیونکہ یہ خدا کی مقدس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے"

درخواست دعا

○ مکرم پروفیسر بشارت الرحمن صاحب وکیل التعلیم تحریک جدید کچھ عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں کمزوری بہت ہے احباب سے درخواست ہے کہ ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۱- شہادت ۱۳۷۱ ہش ۱۱- اپریل ۱۹۹۲ء

کارگر نسخہ

کہتے ہیں کہ چین نے آزاد ہوتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا۔ صحت کے سلسلہ میں۔ کہ سارے ملک میں سے ہر قسم کے نسخے جسے عام طور پر ٹوٹکہ کہا جاتا ہے اکٹھے کئے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان میں کون کون سے نسخے اکثر کامیاب ہوتے ہیں اور انسانوں کی جسمانی صحت میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ کارگر نسخے ۔ چاہے ان کا کوئی ہی نام رکھ لیں۔ اکٹھے کئے جائیں۔ اور اس طرح چین کو ملکی طب کی تشکیل میں بہت آسانی رہے۔ یہ نسخے ہوتے بھی سستے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں سینکڑوں سال سے استعمال کیا جا رہا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کارگر نسخہ ہی تلاش کرتا ہے۔ کوئی بات ہو۔ کوئی کام ہو اس کا کارگر نسخہ ہاتھ آنا چاہیئے۔ اور دیکھا گیا ہے۔ کہ جسے کارگر نسخہ مل جائے اس کا کام بن جاتا ہے۔ اسے کامیابی نصیب ہو جاتی ہے۔ نئی سے نئی بات بھی سامنے آتی رہتی ہے لیکن پرانی باتیں بھی تجربہ کی بناء پر مفید ہی سمجھی جاتی ہیں اور ان کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

ایک کارگر نسخہ جسے زندگی کے ہر شعبہ میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور جو زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابی کا ضامن ہے اس کا نام ہے "دعا"۔ دعا ایک ایسا نسخہ ہے جس کے ایک سرے پر انسان ہے اور دوسرے سرے پر خدا کی قادر و توانا ذات۔ انسان دعا کرتا ہے۔ اور اسے قبولیت کا شرف خدا کی ذات عطا کرتی ہے۔ کوئی بات ہو، کوئی کام ہو۔ زندگی کا کوئی شعبہ ہو صرف اور صرف کارگر نسخہ۔ یا یوں کہئے کہ سب سے زیادہ کارگر نسخہ ۔ دُعا ہے۔ اگرچہ اس نسخہ کے ساتھ اور نسخے بھی ملانا پڑتے ہیں لیکن دوسرے ملائے جانے والے نسخوں کی کامیابی کا انحصار بھی دعا ہی کے نسخہ پر ہے۔

حضرت امام جماعت الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز فرماتے ہیں۔

"یہ ایسا نسخہ نہیں جو نیا ہو اور انوکھا ہو اور پتہ نہیں کہ اس کے کیا نتائج مترتب ہونگے بلکہ ایسا نسخہ ہے جو ازل سے آج تک جب بھی استعمال ہوُا ہمیشہ کارگر ثابت ہوُا۔"

دعا سب سے زیادہ کارگر نسخہ ہے اور ہے بھی ہر ضرورت میں کام آنے والا۔

ہم دُعا کے لئے اٹھائیں ہاتھ
اور کہیں اپنے دل کی ہر اِک بات
وہ کہ قادر بھی ہے توانا بھی
اُس کو ممکن ہیں سارے امکانات

ابوالاقبال

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منظوم کلام

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تُو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دُنیائے فانی ایک دِن
ہر کوئی مجبُور ہے حُکمِ خُدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اَے بَشر تجھ کو سَدا
رنج و غم یاس و اَلم فِکر و بَلا کے سامنے

بارگاہِ ایزدی سے تُو نہ یُوں مایُوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے

حاجتیں پُوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دُوئی
سَر جُھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بَدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھُوٹ پھَلتا ہے بھَلا
قدر کیا پتھّر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

(دُرِّ ثمین)

بقیہ: صا سے آگے

دونوں بہنوں اور دونوں بھائیوں، حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ، حضرت سیّدہ اُمِّ امتہ المتین صاحبہ۔ حضور انور کی تینوں ہمشیرگان نیز خاندان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے جملہ افراد سے بھی دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے سب کیلئے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضلِ خاص سے صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ (اے خدا تو ایسا ہی کر)

اس عظیم جماعتی صدمہ کے موقع پر ہم اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی جماعت کے سب افراد سے بھی اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ یہ غم ہم سب کا مشترک غم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ (اے خدا تو ایسا ہی کر)

(ممبران جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مالی قربانی

حضرت فضل عمر۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے۔ نے ۲۷۔ دسمبر ۱۹۲۵ء کو دیگر امور کے علاوہ فرمایا (ادارہ)

میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے سارے کے سارے ایسے ہیں جنہیں اس بات کا احساس نہیں کہ وہ کس مقصد اور مدعا کو لے کر کھڑے ہوئے ہیں اور اس کے لئے کس قدر سعی اور کوشش کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے مخلص بھی ہیں۔ ایک دوست جن کی تنخواہ ۶۰ روپے ماہوار ہے انہوں نے اپنی آمدنی کے ۱/۳ حصہ کی وصیت کی ہوئی ہے۔ یعنی بیس روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں۔ جب چندہ خاص کی تحریک ہوئی تو اس میں انہوں نے تین ماہ کی تنخواہ دے دی اور اس طرح وہ مقروض ہو گئے۔ اس پر انہوں نے خط لکھا کہ کیا میں قرضہ ادا ہونے تک ۱/۱۰ حصہ آمد کا چندہ میں دے سکتا ہوں۔ مگر اس سے ۵۔۶ دن بعد ان کا خط آگیا کہ مجھے پہلا خط لکھنے پر بہت افسوس ہوا۔ میں اپنی آمد کا ۱/۳ حصہ ہی چندہ میں دیا کروں گا۔ تو ایک حصہ جماعت کا ایسے مخلصین کا بھی ہے اور یہ بڑا حصہ ہے مگر میں باقیوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ بھی ایسے ہی بنیں۔ اور ہماری تو یہ حالت ہونی چاہیئے کہ ایک قطرہ بھی ہمارے اپنے لئے نہ ہو بلکہ ہمارے لئے وہی رہنا چاہیئے جو ہمارا نہیں رہا۔ یعنی جان بچانے، ستر ڈھانکنے کے لئے جو خرچ ہو وہ کیا جائے، باقی سب کچھ خدا کے لئے سمجھا جائے۔ دیکھیں آپ لوگ جماعت میں داخل ہو کر جو وعدہ کرتے ہیں وہ کتنا بڑا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری جان، ہمارا مال، ہماری عزت، ہماری آبرو، ہمارا آرام، ہماری آسائش، ہماری دولت، ہماری جائیداد غرض کہ ہمارا سب کچھ خدا کا ہو گیا۔ یہ بیعت کے معنے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ میرا ہے وہ میرا نہیں بلکہ خدا ہی کا ہے۔ مثلاً سو روپیہ تنخواہ ہے تو اس کی نہیں بلکہ خدا کے لئے ہو گئی۔ پھر جو کچھ میں جان بھی شامل ہے۔ یہ بھی اس کی نہیں۔ پھر جو کچھ میں بیوی بچے ہیں یہ بھی اس کے نہیں۔ کوئی عزت اور عہدہ ہے یہ بھی اس کا نہیں۔ یہ اقرار کرنے کے بعد اگر کوئی شخص چندہ خاص کے وقت کہے۔ کہ یہ بہت بڑا بوجھ ہے تو وہ بتائے بیعت کرتے وقت اس نے جو اقرار کیا تھا اس کا کیا مطلب تھا۔ یا تو یہ مانو کہ اس کا یہ مطلب تھا کہ بیعت کرنے یعنی اپنا سب کچھ بیچ دینے سے مراد سارا جسم مراد نہ تھا۔ بلکہ ایک ٹانگ یا ایک ہاتھ مراد تھا۔ یا اس سے مراد سارا مال نہ تھا بلکہ اتنا اتنا مال تھا تو اس کی رعایت رکھ لی جائے۔ لیکن اگر یہ اقرار تھا کہ میں اپنا سارا مال، جان، بیوی، بچے، عہدے سب تجھے دیتا ہوں تو پھر وہ کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ بوجھ پڑ گیا۔ بوجھ کے معنے تو یہ ہیں کہ گویا جس قدر دینے کا میں نے اقرار کیا تھا اس سے زیادہ دینا پڑ گیا۔ یا جس چیز کے دینے کا وعدہ کیا تھا اس کے علاوہ اور بھی دینی پڑی۔ حالانکہ اس کا اقرار یہ ہے کہ اس نے اپنا سب کچھ دے دیا۔ ایسی حالت میں وہ بوجھ کس طرح کہہ سکتا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تمام دوست بیعت کے صحیح مفہوم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور (دین حق) کے لئے جو کچھ خرچ کرنا پڑے گا کریں گے۔ اور جب تک خرچ کرنا پڑے گا کریں گے۔ کیونکہ جب تک اس بات میں خوشی محسوس نہ ہو کہ (دین حق) کے لئے سب کچھ قربان کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

موجودہ مالی مشکلات کو دور کرنے کے لئے فی الحال یہ تجویز کی گئی ہے کہ چونکہ آمد کے بجٹ سے چالیس ہزار خرچ زیادہ ہے اس لئے چندہ خاص مستقل طور پر اس وقت تک مقرر کر دیا جائے جب تک یہ خرچ معمولی آمد سے پورا نہ ہو جائے۔ یعنی ہماری جماعت کے لوگ اپنی ایک ماہ کی آمد کا ۴۰ فیصدی ہر سال عام چندہ کے علاوہ ادا کرتے رہیں۔ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ کچھ لوگ کمزور ہوں گے جو اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ ایسے کمزور دوسروں کے لئے طاقت کا باعث نہیں ہوا کرتے بلکہ کمزور کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ وہ ترقی کرنے والوں کے راستہ میں پتھر ہوتے ہیں۔ ان کا ہٹ جانا ہی مفید ہوتا ہے۔ پس اگر اس وجہ سے کچھ لوگ پیچھے ہٹیں گے تو ہٹ جائیں۔ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ ہماری کمر ان کے بوجھ سے ہلکی ہو جائے گی۔

پس اس وقت تک کہ معمولی آمد ہمارے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو جائے سالانہ ایک ماہ کی آمد کا ۴۰ فیصدی چندہ خاص میں دینا ہوگا۔ آپ لوگ یہ مت خیال کریں کہ یہ کام کس طرح چلے گا۔ میں اس وقت ان کو مخاطب نہیں کرتا جو قوی ہیں بلکہ ان کو مخاطب کرتا ہوں جو کمزور ہیں اور جو ہمارے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کا سلسلہ ہے۔ میں نے یہ جگہ اس وقت دیکھی تھی جب یہ ویران پڑی تھی۔ اور وہ وقت بھی دیکھا ہے جب حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیر کے لئے نکلتے تو ایک آدھ آدمی آپ کے ساتھ ہوتا تھا، اور وہ بھی آپ کا ملازم۔ مگر آج خود حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نہیں بلکہ آپ کے غلام کی یہ حالت ہے کہ ہجوم میں سے چور کی طرح بھاگ کر نکلنا ہے تاکہ ہجوم میں گھر نہ جائے۔ پس وہ خدا جو ایک سے بڑھا کر اتنے آدمی کر سکتا ہے اور جو لاکھوں روپیہ چندہ بھیج سکتا ہے۔ وہ آئندہ بھی اس سلسلہ کو بڑھائے گا۔ اس وجہ سے میں ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ سلسلہ ترقی نہیں کرے گا۔ اور دنیا کی کوئی روک اس کے رستہ میں حائل ہو جائے گی۔

تلقینِ عمل

حضرت فضل عمر اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے۔ نے ۲۔ اپریل ۱۹۵۰ء کو فرمایا:۔

جیسا کہ میں شروع میں بتا چکا ہوں۔ انسانی زندگی کی سب دلچسپیاں ایک غیر متناہی تغیر سے وابستہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرتے ہوئے غیر متناہی تغیر کے سامان بھی اس کے ساتھ ہی پیدا کر دئے ہیں۔ لیکن جب تغیر صحیح اصول پر ہو۔ تو وہ تغیر ترقی کا موجب ہوتا ہے اور جب غلط اصول پر ہو تو تنزل کا موجب ہوتا ہے لیکن سکون اپنی ذات میں ہمیشہ ہی تنزل کے سامان مخفی رکھتا ہے جو قوم ساکن ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ نیچے ہی گرتی چلی جاتی ہے۔

پس ہمارے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ یہ امر ہمیشہ اپنے مدنظر رکھیں کہ اس زمانے میں سکون موت کا نام ہے جو کھڑا ہوگا وہ مر جائے گا۔ یا پیچھے کی طرف دھکیلا جائے گا۔ جو دوسرا نام موت ہی کا ہے۔ پس انہیں چاہیئے کہ اپنی تعلیم کے ختم کرنے پر وہ ایک منٹ بھی یہ خیال نہ کریں اب شائد ان کے لئے آرام کا وقت آگیا ہے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ آرام کا نہیں بلکہ کام کا وقت آگیا ہے جیسا کہ میں اوپر کہہ آیا ہوں دین حق کے اصول کے لحاظ سے ہر وقت انسان کے لئے آگے قدم بڑھانا ضروری ہے اور اس کی ترقی اس بات کے ساتھ وابستہ ہے کہ وہ صرف قدم ہی آگے نہ بڑھائے بلکہ اس جہت میں بڑھائے جس جہت کی طرف خدا تعالیٰ کی صفات اشارہ کر رہی ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جو کام کریں۔ دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر کریں۔ میں خصوصاً ان طلباء کو جنہوں نے یونیورسٹی کی تعلیم ختم کی ہے اور ڈگریاں حاصل کی ہیں ان کے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جب انہوں نے تعلیم شروع کی تھی تو انہیں یہ بات معلوم نہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بڑے کام کے لئے استخارہ مقرر فرمایا ہے اور شائد اپنے لئے مضامین کا انتخاب کرتے وقت انہوں نے دعاؤں میں کوتاہی کی ہو گی۔ لیکن اب جبکہ ان کی پہلی منزل ختم ہو گئی ہے اور دوسری منزل شروع ہونے والی ہے جو شائد بہت سی منزلوں کا پیش خیمہ ہو گی۔ تو انہیں چاہیئے کہ وہ دین حق کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق خدا تعالیٰ سے دعا کر کے اپنے لئے راہ عمل تجویز کریں۔

شائد بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ یونیورسٹی کی ڈگری لینے والوں اور کالج کے طلباء کو مخاطب کرتے وقت یہ کیا راگ چھیڑ دیا ہے۔ تو میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ پاکستان کا مطالبہ ہی اس دعوے پر مبنی تھا اور اس حقیقت کو (۔) ہم سیاسی وجوہ کی بناء پر ترک کرنے کے لئے تیار نہیں۔

دین حق نام ہے خدا تعالیٰ اس کی قدرتوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لانے کا اگر ہم اپنے دعوؤں کی بنیاد دین حق پر رکھتے ہیں تو ہم کو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی زندہ قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اگر ہم ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے تو ہم درحقیقت ایک مردہ خدا کا مجسمہ پوجتے ہیں اور بت پرستوں سے زیادہ ہماری حیثیت نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مردہ خدا ایک مردہ گھوڑے کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا۔ کیونکہ مردہ گھوڑے کا چمڑہ اور اس کی ہڈیاں تو کام آسکتی ہیں لیکن مردہ خدا کی کوئی چیز بھی کسی کام میں نہیں آسکتی۔ اگر ہم خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں تو ہمیں ایک زندہ خدا پر یقین رکھنا ہوگا۔ اور اگر ہم ایک زندہ خدا پر یقین رکھتے ہیں تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ اس دنیا کے روزمرہ کاموں میں دخل رکھتا ہے اور ہماری ترقی کے ساتھ اس کی قدرتوں اور اس کے فضلوں کا بھی تعلق ہے اور ظاہر ہے کہ اگر ہم یہ یقین رکھیں گے تو پھر ہمیں اپنی کوششوں کے ساتھ اس سے استخارہ کرنے کی بھی

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکرم محمد اکرم خان صاحب غوری وفات پا گئے

عاجزہ ناصرہ ندیم (لندن) محترم بھائی جان محمد اکرم خان غوری صاحب جو کہ لندن میں مقیم تھے غالباً آپ بھی انہیں ضرور جانتے ہوں گے کے حالات زندگی بغرض اشاعت آپ کی خدمت میں عرض کرنے حاضر ہوئی ہے۔ عاجزہ فروری میں کراچی آگئی تھی اور خیال تھا کہ ربوہ حاضر ہو کر پیش کر دونگی۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا کیونکہ عاجزہ کو ماڈل کالونی کراچی کی لجنہ کے حلقہ میں ماہ رمضان میں درس دینے کی سعادت نصیب ہوئی اور آپکی خدمت میں بھی بوجہ مصروفیت تحریر نہ کر سکی۔ اس عرصہ میں معلوم نہیں کہ لندن سے کسی نے ان کے حالات لکھے ہوں۔ بہر حال ان کی بیوہ محترمہ ہمشیرہ رضیہ غوری صاحبہ کی فرمائش اور خواہش ہے کہ ان کے حالات اپنے اخبار میں شائع کروا دیں۔ امید ہے از راہ شفقت آپ ان کی اس خواہش کو پورا فرما دیں گے نیز ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ ان کی وہاں نماز جنازہ بھی پڑھا دی جائے۔ معلوم نہیں ان کے کسی عزیز نے لکھا ہو نماز جنازہ کے لئے۔

بھائی جان محترم غوری صاحب کے حالاتِ زندگی

محترم بھائی جان محمد اکرم خان غوری صاحب سرگودھا میں امیر اور معزز گھرانے میں پیدا ہوئے اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا اور بعد میں افریقہ چلے گئے۔ وہاں محکمہ تعلیم میں نیروبی ملازمت کی جہاں حضرت محمود اللہ شاہ صاحب بھی ٹیچر تھے۔ ان کے اعلیٰ اور نیک نمونہ نے غوری صاحب کے دل پر اثر کیا۔ غوری صاحب بتایا کرتے تھے کہ سکول میں جب تھوڑی چھٹی ہوتی تو سب دیگر ٹیچر سگریٹ وغیرہ پینے لگ جاتے مگر محترم شاہ صاحب ایک طرف جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگ جاتے اس بات کا میرے دل پر بہت ہی اثر ہوا۔ اور میں نے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ میری تبدیلی نکورو ہو گئی مگر شاہ صاحب کی محبت مجھے ہر ہفتہ اتوار نیروبی کھینچ لاتی تھی۔ پچھلی رات نیروبی پہنچ کر حضرت شاہ صاحب کو نماز تہجد میں مصروف پاتا۔ فجر کی نماز ان کے ساتھ باجماعت ادا کرتا۔ اس طرح مجھے اس عرصہ میں احمدیت سے لگاؤ اور لَو ہو گئی۔

اسی سلسلہ میں غوری صاحب نے بتایا کہ ایک دن میں قرآن مجید سے احمدیت کی صداقت کے متعلق فال نکال رہا تھا کہ میرے ایک احمدی دوست نے جو اس وقت میرے ہاں تھے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اگر معلوم کرنا ہے تو ان کی کتابیں پڑھو۔ میں نے کہا آپ نے سولہ آنے سچ کہا ہے اور میں نے اس کے بعد قادیان سے احمدیت کے متعلق بہت سی کتابیں منگوائیں۔

اس کے بعد ایک احمدی گھرانے میں ڈاکٹر عبداللہ احمدی صاحب کی صاحبزادی سعیدہ سے شادی ہو گئی۔ محترم شاہ صاحب کے ساتھ ایکدفعہ بمعہ اہل و عیال قادیان جانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی جہاں حضرت سیدہ امّ طاہر صاحبہ کے ہاں ٹھہرے اور حضرت فضل عمر (اللہ ان سے راضی ہو) بھی بہت خوش ہوئے (یعنی غوری صاحب سے) غوری صاحب کو حضرت فضل عمر سے عشق کی حد تک پیار و محبت اور عقیدت تھی۔ امامت سے خلوص اور محبت بھی بے حد تھی۔ بہت مخلص احمدی تھے اور مرتے دم تک اپنے عہد پر قائم رہے اور خوب نبھایا۔

ایسٹ افریقہ میں محکمہ تعلیم کی ملازمت سے فراغت کے بعد سرکاری ٹھیکے لینے کا کام شروع کیا۔ ہسپتال اور سٹیشن وغیرہ بنواتے تھے۔ جب ٹھیکے لیتے تھے تو نفع کا ایک حصہ جماعت کے لئے وقف کر دیتے تھے اپنے خرچ سے کسوموں میں بیت الحمد بھی بنوائی تھی۔ ایسٹ افریقہ کے بعد کچھ عرصہ سنٹرل افریقہ میں گذارا۔ اس کے بعد پاکستان (ربوہ) میں اپنی بیٹی عزیزہ صالحہ کی پڑھائی کے لئے سکونت اختیار کی۔ اور دار الصدر شمالی میں اپنی کوٹھی بنوائی۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور خدمت انگلش بھی پڑھاتے رہے۔ چھ سال وہاں قیام کے بعد انگلینڈ آگئے۔ ہر امام جماعت کے ساتھ عشق و محبت میں بڑھتے رہے بلکہ حضرت امام جماعت الثالث جب لندن تشریف لائے تو ان کی خدمت میں زندگی وقف کر دی۔ اس کے بعد چند سال سپین میں وقف کے تحت خدمت کرتے رہے اور اس کے بعد لندن آگئے اور کئی سال اسلام آباد (لندن) میں خدمت کی۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ پہلی بیوی کی وفات کے چار سال بعد میرے میاں محترم محمد یامین ندیم صاحب کی ہمشیرہ محترمہ رضیہ سے ان کی شادی ہو گئی تھی۔ حضرت امام جماعت الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ اپنے گھر میں کتب حضرت اقدس کا انگلش ترجمہ کرتے جب کبھی بھی ان کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ انہیں ترجمہ کرنے میں ہی مصروف پایا۔ میز کے دونوں طرف کتابوں کا ڈھیر ڈکشنریاں۔ ٹائپ رائٹر اور کاغذات وغیرہ۔ غرضیکہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا اور یہی خدمت کرتے کرتے اچانک بیماری کا شدید حملہ ہو گیا۔ جس کا دماغ آنکھوں زبان اور جسم پر اثر پڑا۔ ان دنوں حضور ایدہ اللہ قادیان تھے لیکن اس نیک انسان کو ان کا ہی انتظار تھا۔ جب آمد کا بتایا گیا تو خوش ہوئے۔ حضور حضور کے الفاظ زبان سے ادا کئے۔ اسی طرح جمعہ پڑھانے کا ذکر کیا گیا تو جمعہ جمعہ کہا ان کے بھائی ناظم خان غوری پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے۔ لیکن جمعہ کے بعد حالت خراب ہو گئی۔ بخار بھی ہو گیا۔ آخر سکون و آرام سے ۲۱ جنوری ۹۲ء شام کے آٹھ بجے اس دنیائے فانی سے منہ موڑ کر یہ نیک روح اللہ تعالیٰ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئی۔

باقی ص ۷ پر

تعارف

کتاب ـــــ مسئلہ تقدیر

مصنف ـ پروفیسر بشارت الرحمٰن ایم۔اے

اگرچہ تقدیر کا مسئلہ بڑا گھمبیر ہے اور ہر شخص سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اس کے اتنے ہی زیادہ پہلو ہیں جتنے انسانی زندگی کے ہو سکتے ہیں لیکن مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے نے صرف بتیس صفحات میں اس کی وضاحت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ پیش لفظ مکرم ناظر صاحب اشاعت سید عبدالحیٔ صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ جس میں آپ کہتے ہیں۔

"مسئلہ تقدیر ایمانیات میں شامل ہے۔ لیکن اس کی حقیقت پورے طور پر وہی جان سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ صفات اور ان کے حقائق کا علم عطا کیا ہو ...تاریخ شاہد ہے کہ اس مسئلہ کے بیان میں ہمیشہ افراط اور تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ ایک زمانہ میں جب مسئلہ جبر و قدر کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا تو علمائے وقت نے مناظرانہ وطیرہ اختیار کرتے ہوئے صرف اپنے مؤقف کی تائیدیں دلائل دئے اور دوسرے کے مؤقف کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے بارے میں شبہات پیدا کئے۔ جس کے نتیجہ میں یہ مسئلہ الجھ کر رہ گیا اور اس کی غلط تشریحات میں قوموں کے عملی رویوں پر گہرے اثرات پڑے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان نہ تو مکمل طور پر مختار ہے اور نہ مکمل طور پر مجبور۔

"استاذی المحترم جناب پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے چونکہ وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور آپ کی ساری عمر تدریس اور تعلیم دینے میں گذری ہے اس لئے آپ کو مشکل مسائل آسان رنگ میں پیش کرنے کا طریقہ خوب آتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر کتاب میں موصوف نے مسئلہ تقدیر کو بھی عام فہم بنا دیا ہے۔ امید ہے کہ نوجوان نسل اس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائے گی"

مکرم پروفیسر صاحب نے اس مسئلے کو جس طرح آسان بنا دیا ہے اس کا بیان تو یہاں ممکن نہیں لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ حرف آخر کے طور پر آپ نے لکھا ہے:

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہونے والے فیصلہ کو کہتے ہیں جو تمام حالات و موجبات حاضرہ کا مجموعی نتیجہ ہوتا ہے۔ جو عقل عام قوانین قدرت کے تحت صادر ہوتے ہیں وہ تقدیر عام طبعی بھی کہلا سکتے ہیں اور جو فیصلے عام طبعی قوانین میں کوئی استثناء پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے خاص ارادہ اور مشیت سے صادر ہوں انہیں ہم تقدیر خاص طبعی کے نام سے بھی پکار سکتے ہیں اس کے بعد اسی قسم کی دو اور تقدیریں خدا تعالیٰ کے شرعی احکام و قوانین کے تحت جاری ہو کر تقدیر عام شرعی اور تقدیر خاص شرعی کہلا سکتی ہیں۔ بیان مذکورہ بالا میں یہ بھی ظاہر کیا جا چکا ہے کہ جس طرح بعض موجبات کے پیدا ہونے کی وجہ سے ہم اپنے فیصلوں کو خواہ ہم ان کا اعلان بھی کر چکے ہوں۔ بدل سکتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایسا کرتا ہے اور اس کی ایک تقدیر دوسری تقدیر کو بدل دیتی ہے"

اب ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو حاصل کر کے مطالعہ کریں اور اس گھمبیر مسئلے کو آسانی کے ساتھ حل کر دینے کی وجہ سے مکرم پروفیسر صاحب موصوف کو داد دیں۔ (ن س)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ـــــ نون۔ سین

بی سی سی آئی

جیساکہ ہمارے قارئین جانتے ہیں کہ حبیب بنک نے بی۔سی۔سی۔آئی کی پاکستان کی تینوں برانچیں لے لی ہیں۔ اور اب ان برانچوں میں حبیب بنک کی زیر نگرانی باقاعدہ کام شروع ہو گیا ہے۔ حبیب بنک ہی وہ بنک ہے۔ جہاں آج سے چالیس سال قبل حسن عابدی صاحب نے اپنا بنکنگ کیریئر شروع کیا تھا۔ ان کی عمر اب ۶۷ سال ہے اور حبیب بنک کے ان برانچوں کو لے لینے کے بعد وہ عمل جو انتہائی تشویشناک تھا ختم ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ بی سی سی آئی کے کھاتہ داروں کی تعداد ساٹھ سے بارہ لاکھ تھی اور اس بنک کے کارکنوں کی تعداد چودہ ہزار تھی۔ جن میں ۷۰ فیصد پاکستانی تھے۔

مسٹر عابدی نے بی سی سی آئی لندن اور لکسمبرگ میں ۱۹۷۲ء میں اس وقت شروع کیا تھا جب انہوں نے پاکستان کو اس لئے چھوڑا کہ یہاں بنک اور انشورنس کمپنیاں قومیائے گئے تھے۔ آپ نے یہ بنک اسلئے جاری کیا تھا کہ تیسری دنیا کے مختلف ملکوں کے لئے کام کر سکے۔ آغاز میں اس کا سرمایہ چالیس لاکھ ڈالر تھا جسمیں سے پچیس لاکھ ڈالر بنک آف امریکہ سے لیا گیا تھا۔ مسٹر حسن عابدی نے بی سی سی آئی کو ایک اتنا بڑا بنک بنا دیا تھا کہ یہ دنیا کے سب سے بڑے بنکوں میں ساتویں نمبر پر آتا تھا۔ اور اسکے پاس جو وسائل تھے ان کی قیمت بائیس ارب ڈالر تھی اور ۷۰ ملکوں میں اسکی چار سو برانچیں قائم تھیں۔ اس بنک کا اتنا وسیع کاروبار ہو جانا مسٹر عابدی کے لئے نہائت قابل فخر تھا۔ اور اسی طرح ان کے ساتھیوں کے لئے بھی۔ اس بنک کے لئے پاکستان کی اقتصادی ترقی کو پہنچنے کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ جب بنک آف انگلینڈ نے ۵ جولائی ۱۹۹۱ء کو بی سی سی آئی کو بند کر دیا اور اسکے تمام اثاثے منجمد کر دئیے تو اس کے بے شمار پاکستانی خاندانوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے لوگوں کی روزگار جاتی رہی۔ اور بہت سے لوگوں کی جمع شدہ پونجی خطرے میں پڑ گئی۔ بی سی سی آئی پاکستان کی برآمدی تجارت میں کام آتا تھا اور باہر سے جو رقوم پاکستانی بھیجتے تھے اور اسی طرح سے بیرونی ممالک کی سرمایہ کاری اسکے علاوہ ساری دنیا میں پاکستانیوں کے لئے ملازمت کے مواقع پیدا ہو گئے تھے۔ بنک کے ذریعے بہت سے ایسے کام کئے جاتے تھے جنہیں انسانی معاشرے کی بہبود کہا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بنک کے ذریعے بہت سے ایسے کام کئے جاتے تھے جن سے نہ صرف پاکستانیوں کو بلکہ دیگر ممالک کے باشندوں کو بھی فائدہ پہنچتا تھا۔ جب بنک آف انگلینڈ نے بی سی سی آئی کے خلاف ایکشن لی۔ تو پچاس ہزار کھاتہ داروں کے لئے یہ بدقسمتی کا شگون ثابت ہوا یہ زیادہ تر پاکستانی لوگ تھے جو برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں۔ جہاں تک بی سی سی آئی برطانیہ کی بیلنس شیٹ کا تعلق ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے پاس ۱۸،۴ ارب ڈالر کے اثاثے تھے۔ بی سی سی آئی کے وہ کھاتہ دار جو برطانیہ میں رہائش پذیر تھے ان میں سے ہر ایک کو ۱۵ ہزار پونڈ فی کس رقم نکالنے کی اجازت دی گئی۔ پاکستانی بی سی سی آئی پاکستان میں سب سے بڑا غیر ملکی بنک تھا۔ پاکستان میں اس وقت بائیس غیر ملکی بنک کام کر رہے ہیں۔ اسکی تینوں برانچوں میں جو کراچی، لاہور اور راولپنڈی میں تھیں ۱۷ ہزار کھاتے دار تھے۔ جنہوں نے ۱۰،۶۳۵۸ ارب روپے اسمیں جمع کروائے ہوئے تھے۔ اس ساری رقم کا ۷۵ فیصد بیرونی ممالک کی کرنسی میں تھا۔ بی سی سی آئی پاکستان کے پاس گورنمنٹ سیکورٹی کے ذریعے ۹ ارب روپیہ سیکورٹی ریزرو میں تھا۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے بنک آف انگلینڈ کا دباؤ برداشت کرنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ وہ پاکستان میں بی سی سی آئی کو بند نہیں کرینگے۔ اور نہ ہی اس کے اثاثے منجمد کریں گے۔ پاکستان میں تحقیقات سے پتہ چلا کہ بی سی سی آئی کی کارکردگی میں کوئی غیر قانونی باتیں نہیں ہوئیں۔

مشرق وسطی - قیام امن

امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ جیمز بیکر نے کہا ہے کہ قیام امن کے واسطے اگلا اجلاس اپریل کے آخری دنوں میں واشنگٹن میں ہونا چاہیئے۔ بیکر نے اسرائیل اردن، شام، لبنان اور فلسطینی نمائندوں کو یہ پیغام بھیج دیا ہے۔ اپریل کی ۲۷ تاریخ گفت وشنید کے آغاز کے لئے دی گئی ہے یہ گفت وشنید جیساکہ ہمارے قارئین جانتے ہیں۔ واشنگٹن اور ماسکو نے گذشتہ سال اکتوبر میں میڈرڈ میں شروع کی تھی۔ اس کے بعد تین اجلاس واشنگٹن میں ہوئے۔ آخری اجلاس چار مارچ کو ختم ہوا تھا۔ ان تمام اجلاسوں کے نتیجہ میں کہا جاسکتا ہے کہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔

اسرائیل اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ آئندہ اجلاس مشرق وسطی کے قریب ہونا چاہیئے اور ایسی تاریخوں میں جن میں مسلمانوں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے تہوار قریب قریب نہ ہوں۔ جیساکہ قارئین جانتے ہیں اسرائیل میں جون کے مہینے میں انتخابات ہونے والے ہیں اور اسی طرح امریکہ بھی انتخابی مہم میں زیادہ سے زیادہ مصروف ہوتا جا رہا ہے۔

تین معاملات جو خاص طور پر زیر بحث آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ فلسطینیوں کے لئے محدود طور پر سلف رول دیا جانا چاہیئے یعنی ان علاقوں میں جو اس وقت مقبوضہ عرب علاقے کہلاتے ہیں۔ اسرائیل کا عربوں کے ساتھ ملکی حدود کے متعلق جھگڑا اور عربوں کا اسرائیل کو تسلیم کرنا۔ یہ تین معاملات زیادہ تر زیر بحث آتے ہیں۔ اور فلسطینی یہ تقاضا کرتے ہیں کہ گفت وشنید کو آگے بڑھنے کے لئے بستیوں کا بسانا ختم کیا جانا لازمی ہے۔

گورنر پنجاب کا پیغام

پنجاب کے گورنر میاں محمد اظہر نے عوام الناس کو تلقین کی ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھالیں کہ وہ مقاصد حاصل کئے جا سکیں جن کے لئے پاکستان وجود میں لایا گیا تھا۔ آپ نے کہا کہ حکومت تو قوانین بنا سکتی ہے۔ اور ادارے قائم کر سکتی ہے لیکن جب تک لوگ اپنی زندگیوں کو بدل کر اسلامی سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش نہ کریں۔ اور اپنی اخلاقی اقدار کو بلند نہ کرلیں اس وقت تک وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جن کے حصول کے لئے پاکستان قائم کیا گیا تھا۔

یہ بات آپ نے پاکستان ڈے کے موقعہ پر کہی۔ آپ نے مزید کہا کہ آج سے ۵۲ سال قبل اس تاریخی شہر لاہور میں برصغیر کے مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے لئے ایک الگ گھر بنائیں گے۔ یعنی پاکستان۔ اور یہ علاقہ ان کی آزادی کا حامل ہوگا۔ قائد اعظم کے تصور میں پاکستان کی یہی تصویر تھی دراصل یہ ایک بہتر مستقبل کے لئے جدوجہد کا فیصلہ تھا۔ اس بات کا فیصلہ تھا کہ ہم اپنے بچوں کو بہتر مستقبل دیں گے اور ایسا کرنے کے لئے اپنے واسطے ایک بہتر سوسائٹی کا قیام کریں گے۔ جس کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی جائے گی۔

آپ نے کہا کہ آج کا دن وہ دن ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں قیام پاکستان کی توفیق دی۔ آج کے دن ہم اپنی جدوجہد کو ایک دفعہ پھر اپنی آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہم نے کس طرح آزادی حاصل کی تھی۔ آپ نے کہا کہ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہمارا منتہائے نظر ایک ایسی سوسائٹی تھا۔ جو اسلام کی بنیادوں پر قائم ہوگی اور سب کے لئے امن کا باعث ہے۔

آپ نے اپنے پیغام میں اس بات کی تلقین کی کہ ہمیں اپنے آپ کو اپنے ہدف حاصل کرنے کے لئے وقف کر دینا چاہیئے۔

گیس کا حادثہ اور بھارت

ہندوستان میں ۱۹۸۳ء میں جو گیس کا حادثہ ہوا تھا اسکی ذمہ دار کمپنی "یونین کاربائیڈ کارپوریشن" کے ایک ایگزیکٹو افسر کو بلا کر اس پر مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کیلئے ہندوستان کو امریکہ سے باقاعدہ درخواست کرنی پڑے گی۔

اور اس بات کا انتظار کہ امریکہ کس حد تک اس درخواست کی پذیرائی کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی سرکاری افسر یعنی مجسٹریٹ وغیرہ جن کا اس بات سے تعلق ہے ان کا خیال ہے کہ اس ایگزیکٹو آفیسر کو نہ ہی بلایا جائے تو بہتر ہے تاکہ ہندوستان اور امریکہ کے تعلقات جو آہستہ آہستہ بہتر ہو رہے ہیں پھر خراب نہ ہو جائیں۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ درخواست دینا تو ہندوستان کی سرکار کا حق ہے لیکن ضروری تو نہیں کہ امریکی حکومت اسے منظور کر لے اور اس ایگزیکٹو افسر کو ہندوستان کے حوالے کر دے۔ یہ بھی تجزیہ نگاروں نے کہا ہے کہ جس افسر کو بلانے کے متعلق گفت وشنید ہو رہی ہے وہ تو اس وقت موجود نہیں تھا۔ اور حادثے کی ساری ذمہ داری اس پر ڈال دینے سے عالمی برادری اس شک وشبہ میں پڑ جائے گی کہ ہندوستان کی حکومت غلط اقدام کر رہی ہے اس حادثے میں چند دنوں میں پندرہ سو افراد موت کے منہ میں چلے گئے تھے۔ اور اسکے بعد اب تک جو لوگ اس حادثے کا شکار ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

اعلان داخلہ

نصرت جہاں اکیڈمی کی کلاس نہم و دہم میں داخلہ کے خواہش مند طلباء داخلہ فارم و پراسپیکٹس دفتر سے حاصل کریں۔

نہم — آرٹس و سائنس مضامین
دہم — سائنس

داخلہ ٹیسٹ ۱۱۔ اپریل ۱۹۹۲ء کو ہوگا۔ مزید تفصیلات دفتر اکیڈمی سے معلوم کریں۔

(پرنسپل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میاں محمد ابراہیم

ورلڈ کپ ۱۹۹۲ء

کرکٹ ہمارا قومی کھیل تو نہیں۔ قومی کھیل ہاکی ہے۔ لیکن کرکٹ سے ہمیں دوسری کھیلوں کی نسبت زیادہ لگاؤ اور دلچسپی ہے۔ انگریزوں نے بقول ان کے۔ دنیا کو تین چیزیں دیں۔ پارلیمنٹری طرزِ حکومت کرکٹ اور شیکسپیئر ڈرامہ نویس۔ اور چونکہ انگریزوں نے ایک عرصہ تک متحدہ ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ اس لئے ان کی تہذیب و تمدن کا ہم پر خاص اثر پڑا اور ہم نے انگریزوں کی جن چیزوں کو لگن اور شوق سے اپنایا ان میں کرکٹ کو خاص مقام حاصل ہے۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد کرکٹ کے کھیل کو جن کھلاڑیوں نے سنبھالا دیا ان میں عبدالحفیظ کاردار کا نام نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ انہوں نے اس وقت کھلاڑیوں کو ملکی تقسیم کے معاً بعد اپنے گرد جمع کر لیا ایسے دور میں جب کہ اکثر قابل ذکر کھلاڑی ہندوستان جا چکے تھے۔ یا ایسے صوبوں میں رہتے تھے جو پاکستان میں شامل نہ تھے۔ کاردار کی یہ خدمت کرکٹ کے میدان میں قابلِ ستائش اور لائق تحسین ہے۔ کاردار میں لیڈر شپ کی اقدار موجود تھیں۔ اس وقت پاکستان کو ایک ایسے کیپٹن کی ضرورت تھی جو اثر و رسوخ کا مالک ہو۔ اور انفرادیت کا حامل ہو۔ کاردار کی اس صفت نے پاکستان کرکٹ کو مستحکم اور کھلاڑیوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کر دیا۔ اور ہمیں اس قابل بنا دیا کہ ہم ہندوستانی ایسے کہنہ مشق کھلاڑیوں کا مقابلہ کر سکیں بلکہ ان کے مقابلہ میں اپنا سر فخر سے بلند کر سکیں۔ کھیل کو صحیح طور پر سمجھنے اور موقع کے مطابق حریف سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت کاردار کے بعد صرف عمران کے میرے نزدیک اور کسی کیپٹن میں نمایاں طور پر سامنے نہ آئی۔ پاکستان نے بعض کھلاڑی تو ایسے پیدا کئے جنہوں نے اپنا لوہا دنیا سے منوا لیا۔ محمد حنیف فضل محمود۔ امتیاز احمد اور ظہیر عباس وغیرہ لیکن کاردار کی گرفت۔ اقتدار اور قائدانہ انداز کا سوائے عمران کے اور کسی نے مظاہرہ نہ کیا۔ لیڈر شپ کے جملہ اوصاف اسی مردِ میدان کے حصہ میں آئے۔

۹۲ء کا ورلڈ کپ ٹورنامنٹ شروع ہونے سے پہلے ہی عمران نے کہہ دیا تھا کہ وثوق سے تو نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی ٹیم ورلڈ کپ جیتے گی۔ لیکن ہم آخری بال تک ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ بلکہ میری تو یہ آرزو اور دعا ہے کہ میں ورلڈ کپ حاصل کر کے ہی کرکٹ سے ریٹائر ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عمران کی کوششوں کو نوازا۔ اور عمران نے ورلڈ کپ جیت کر اپنی قوم کو سرفراز اور سر بلند کر دیا۔ عمران میں ایک صفت یہ ہے کہ وہ کبھی مایوس نہیں ہوا۔ اور یہ جانتا ہے کہ اس کی ٹیم میں میچ جیتنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس مقابلہ میں اوائل میں ہم اس قدر پیچھے تھے کہ سیمی فائنل تک پہنچنے کا خواب بھی پریشان ہو رہا تھا۔ ہم ابتدائی راؤنڈ میں ناکام ہوتے گئے۔ اور سیمی فائنل ہمارے لئے سراب بن گیا۔ اس وقت کرکٹ کے ماہرین نے اپنے زعم میں پاکستان کو ٹورنامنٹ سے باہر نکال دیا تھا۔ لیکن عمران تھا کہ اس یقین پر مضبوط سے مضبوط ہوتا گیا۔ اس کی ٹیم نے پلٹا کھایا اور اس کی مقابلہ کرنے کی استعداد نمایاں سے نمایاں تر ہوتی گئی۔ عمران کی حکمت عملی اور یقینِ محکم نے فائنل تک پہنچا کر عمران کی ٹیم کو کامیاب بھی کروا دیا۔ یہ ایک ایسا معجزہ تھا جو شاذ ہی سامنے آتا ہے۔ فائنل میں انگلینڈ کی ٹیم جو تجربہ کار اور باصلاحیت کھلاڑیوں پر مشتمل تھی اسے ۲۲ رنز سے ہرا کر عمران نے دنیا کو حیران کر دیا۔ عمران کی دوسری صفت ہونہار کھلاڑیوں کو ٹیم میں لا کر ان کو عمدہ اور قابلِ ستائش کردار ادا کرنے کا اہل بنانا ہے۔ ابھی موجودہ ٹیم میں بھی اس نے ایسے ہونہار اور نوآموز کھلاڑی شامل کر لئے (ان کی مناسب تربیت کرنے کے بعد) جنہوں نے کبھی کوئی ٹیسٹ میچ بھی نہیں کھیلا تھا۔ انضمام انہیں میں سے ایک چمکتا ہوا ہیرا ہے۔ وسیم اکرم کو دنیا کا تیز ترین باؤلر بننے کا اعزاز بھی عمران ہی کی حوصلہ افزائی اور جوہر شناسی کا مرہون منت ہے۔ سلیم ملک کی ورلڈ کپ میں کارکردگی ناقابل ذکر ہے۔ وہ تقریباً ہر مقابلہ میں ناکام رہے لیکن عمران کا اعتماد غیر متزلزل رہا۔ اور کسی بھی میچ میں سلیم ملک کے لیڈر نے اس کی استعداد اور صلاحیت پر شک نہ کیا۔ مشتاق کو آگے لانے کے بھی عمران ہی ذمہ دار ہیں۔ مشتاق اپنے لیگ بریک پیشرو عبدالقادر کا مثنیٰ ہے۔ اسے بین الاقوامی مقابلوں میں کھلانے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا عمران کی مردم شناسی کا بین ثبوت ہے۔ لاہور کے گلی کوچوں میں ورلڈ کپ کی فتح کی گونج۔ بجلی کی گرج دھن سے سنائی دی۔ فائنل کے روز گلی کوچے بلکہ سرکاری دفاتر اور عدالتوں تک میں اصل کام معطل رہا۔ چھوٹے بڑے سبھی ٹیلیویژن کے گرد مبہوت ہو کر بیٹھے رہے۔ میں بھی اتفاق سے لاہور میں ہی تھا۔ زندہ دلان لاہور کا انہماک اور دلچسپی کا کوئی جواب نہ تھا۔ چھوٹے بڑے۔ مرد و زن۔ بچے اور جوان سبھی اس طرح یکسوئی سے بیٹھے میچ دیکھتے رہے کہ دنیا و مافیہا میں سوائے کرکٹ کے میچ اور اس میں پاکستان کی جیت کو منانے کے انہیں اور کوئی کام ہی نہیں۔ میچ ایک قومی میلہ تھا جس کو ہر فرد دیکھنے میں مصروف تھا۔ جنگ کے علاوہ اور کسی چیز نے پاکستان کو کبھی اس قدر متحد اور متفق نہیں کیا جتنا ورلڈ کپ نے۔ ہر کس و ناکس نے اپنے ذاتی اور مجلسی اختلاف کو بھلا دیا آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ اور ایک متفقہ مقصد۔ ورلڈ کپ کو جیتنے کی دوڑ میں ایک دوسرے کے ہمدرد اور حلیف بنے رہے۔ جس قدر یکجہتی اور مروّت کا اظہار مختلف الخیال

باقی صفحہ ۷ پر

بقیہ: صفحہ ۳ سے آگے

ضرورت ہوگی۔

پس میں ان نوجوانوں سے جو اب تعلیم سے فارغ ہو کر اپنی زندگی کے دوسرے مشاغل کی طرف مائل ہونے والے ہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق سکون حاصل کرنے کی باطل کوشش نہ کرو بلکہ ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد کے لئے تیار ہو جاؤ اور قرآنی منشاء کے مطابق اپنا قدم ہر وقت آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ وہ آپ کو صحیح کام کرنے اور صحیح وقت پر کام کرنے اور صحیح ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کام کے صحیح اور اعلیٰ نتائج پیدا کرے۔

یاد رکھو کہ تم پر صرف تمہارے نفسوں کی ذمہ داری نہیں تم پر اس ادارے کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہیں تعلیم دی ہے اور اس خاندان کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہاری تعلیم پر خرچ کیا ہے خواہ بالواسطہ خواہ بلاواسطہ اور اس ملک کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہارے لئے تعلیم کا انتظام کیا ہے اور پھر تمہارے مذہب کی بھی تم پر ایک ذمہ داری ہے۔ تمہارے تعلیمی ادارے کی جو تم پر ذمہ داری ہے وہ چاہتی ہے کہ تم اپنے علم کو زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھے طور پر استعمال کرو۔ یونیورسٹی کی تعلیم مقصود نہیں ہے۔ وہ منزلِ مقصود کو طے کرنے کے لئے پہلا قدم ہے۔ یونیورسٹی تم کو جو ڈگریاں دیتی ہے وہ اپنی ذات میں کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ بلکہ ان ڈگریوں کو تم اپنے آئندہ عمل سے قیمت بخشتے ہو۔ ڈگری صرف تعلیم کا ایک تخمینی وزن ہے اور ایک تخمینی وزن ٹھیک بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے محض کسی یونیورسٹی کے فرض کر لینے سے کہ تم کو علم کا ایک تخمینی وزن حاصل ہو گیا ہے تم کو علم کا وہ فرضی درجہ نصیب نہیں ہو جاتا جس کے اظہار کی یونیورسٹی ڈگری کے ساتھ کوشش کرتی ہے۔ اگر ایک یونیورسٹی سے نکلنے والے طالب علم اپنی آئندہ زندگی میں یہ ثابت کریں کہ جو تخمینی وزن ان کی تعلیم کا یونیورسٹی نے لگایا تھا ان کے پاس اس سے بھی زیادہ وزن کا علم موجود ہے تو دنیا میں اس یونیورسٹی کی عزت اور قدر قائم ہو جائے گی۔ لیکن اگر ڈگریاں حاصل کرنے والے طالب علم اپنی بعد کی زندگی میں یہ ثابت کر دیں کہ تعلیم کا جو تخمینی وزن ان کے دماغوں میں فرض کیا گیا تھا۔ ان میں اس سے بہت کم درجہ کی تعلیم پائی جاتی ہے تو یقیناً لوگ یہ نتیجہ نکالیں گے کہ یونیورسٹی نے علم کی پیمائش کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔ پس تمہیں یاد رکھنا چاہئیے کہ یونیورسٹیاں اتنا طالبعلم کو نہیں بناتیں جتنا کہ طالب علم یونیورسٹیوں کو بناتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لو کہ ڈگری سے طالب علم کی عزت نہیں ہوتی بلکہ طالب علم کے ذریعے ڈگری کی عزت ہوتی ہے۔ پس تمہیں اپنے پیمانہ علم کو درست رکھنے بلکہ اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا ہے اور اپنے کالج کے زمانہ کی تعلیم کو اپنی عمر کا پھل نہیں سمجھنا چاہئیے بلکہ اپنے علم کی کھیتی کا بیج تصور کرنا چاہئیے اور تمام ذرائع سے کام لے کر اس بیج کو زیادہ سے زیادہ بار آور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئیے تاکہ اس کوشش کے نتیجہ میں ان ڈگریوں کی عزت بڑھے جو آج تم حاصل کر رہے ہو اور اس یونیورسٹی کی عزت بڑھے جو تمہیں یہ ڈگریاں دے رہی ہے اور تمہاری قوم تم پر فخر کرنے کے قابل ہو اور تمہارا ملک تم پر اعلیٰ سے اعلیٰ امیدیں رکھنے کے قابل ہو اور ان امیدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچوں کا کالم

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے اور آپ کو دین و دنیا میں کامیابیاں عطا کرے۔ آپ کے وجود کو نافع الناس بنائے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

عزیز بچو آپ کو پتہ ہے نا کہ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیگم صاحبہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ ۲ اور ۳ اپریل کی درمیانی رات کو وفات پا گئی تھیں۔ آپ کا جنازہ فی الحال پاکستان نہیں لایا جا سکا اس لئے لندن ہی میں تدفین کر دی گئی۔ جس طرح آپ ان کی بیماری کے ایام میں ان کی صحت کے لئے دعائیں کرتے تھے اسی طرح اب آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جنت میں ان کے درجات کو بلند فرماتا رہے۔ اور پیارے امام جن کے صدمہ کا اندازہ لگانا مشکل ہے ان کے لئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں تسکین قلب عطا فرمائے اور آپ کے کام میں آسانیاں پیدا کرے۔ حضور انور پر کام کے جو بوجھ ہیں وہ عام انسانی طاقت سے بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔

کیا آپ نے حضور انور کو تعزیت کا خط لکھا ہے؟

○ آپ کو یہ بھی علم ہو گیا ہو گا کہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پوتے اور ناظر اعلیٰ اور مقامی امیر ہیں وہ بھی گذشتہ روز دل کے عارضہ سے بیمار ہو گئے تھے اور انہیں ہسپتال میں داخل کروانا پڑا تھا۔ اگرچہ محترم صاحبزادہ صاحب کی حالت پہلے سے تو بہتر بتائی جاتی ہے۔ لیکن ابھی خطرے سے خالی نہیں آپ ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ انہیں جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے اور کام کرنے والی لمبی زندگی دے۔

○ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"اگر انسان نیکی نہ کر سکے تو کم از کم نیکی کی نیت تو رکھے۔ کیونکہ ثمرات عموماً نیتوں کے مطابق ملتے ہیں۔"

پیارے بچو! بچپن میں بہت سی باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ اگرچہ بچے چاہیں تو چھوٹے پیمانے پر بہت کچھ کر بھی سکتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ بات درست ہے کہ بہت کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ بھی درست ہے کہ بہت کچھ کرنے کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ اور بنیاد یوں رکھی جا سکتی ہے کہ بچے نیت کرتے رہیں کہ انہیں جب بھی توفیق ملی فلاں فلاں کام ضرور کریں گے۔ نیت کرنے سے حوصلہ بھی ملتا ہے اور بعد میں کام کی توفیق بھی۔ پس جس طرح حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا ہے۔ اگر انسان نیک کام نہ کر سکے تو کم از کم نیک کام کرنے کی نیت تو رکھے۔ امید ہے آپ اس بات پر غور کریں گے اور وہ بڑے بڑے نیک کام جو اب۔ بچپن میں۔ آپ نہیں کر سکتے ان کے لئے نیت ضرور کریں گے کہ جب بھی موقعہ ملا اور جب بھی توفیق ملی وہ کام ضرور کرنے ہیں۔

○ رمضان کا مہینہ تو گذر گیا ہے۔ اس مہینہ کے دوران آپ نے بڑوں کو روزے رکھتے دیکھا ہو گا اور شائد خود بھی چند ایک روزے رکھے ہوں گے۔ اس دوران آپ نے رمضان کے متعلق بہت کچھ سنا ہو گا۔ خاص طور پر نیکیوں کے متعلق۔ ان نیکیوں میں سے ایک جسے بہت اہم کہا جا سکتا ہے۔ وہ جھوٹ نہ بولنا ہے۔ اس نیکی کو ہمیشہ سامنے رکھیں اور اپنے ماحول میں کسی کو جھوٹ بولتا دیکھیں تو اسے یاد دلائیں کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

○ ہماری دعا ہے کہ آپ اپنی تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دیں۔ اور ہر امتحان اچھے نمبروں پہ پاس کریں۔ اور پھر اپنے علم سے دنیا کو فائدہ پہنچائیں۔

کیا آپ ہمیں خط لکھیں گے۔ اور کوئی قابلِ اشاعت بات بھی؟

بقیہ: صہ۶ سے آگے

افراد نے ایک قومی مقصد کے حصول کے لئے کیا۔ اس کا مظاہرہ غالباً اس کے علاوہ آج تک (سوائے ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے ایام کے) کبھی نہیں ہوا۔ اس عظیم فتح کو اس کے شایانِ شان طریق پر منایا گیا۔ دن بھر بلکہ رات گئے تک جشن کا سماں بندھا رہا۔ ورلڈ کپ جیتنا یقیناً قومی فتح ہے اور کھیل کے میدان میں پاکستان کا نام بلند کرنے والی ٹیم کی کارکردگی کو جس قدر بھی سراہا جائے کم ہے۔ اس کارنامہ نے ہمیں سب سے بڑا جو سبق دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں آپس کے فروعی اختلافات کو بھلا کر ملک کی خاطر یکجہتی اور اخلاص سے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا کر۔ سر جوڑ کر بیٹھ جانا چاہیئے اور بجائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے اپنی منفرد صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیئے۔

بقیہ: ص۲ سے آگے

اتفاقاً اس وقت سارے ہی عزیز ہسپتال میں موجود تھے لیکن آخری وقت کسی کو پتہ بھی نہ لگا اور وہ ہر وقت مسکراتے رہنے والا چہرہ اور سب سے پیار و محبت اور خلوص سے باتیں کرنے والا نیک وجود ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے میری نند محترمہ رضیہ غوری صاحبہ کے ایک خط کے جواب میں جو دعا کے لئے لکھا گیا تھا خود اپنے ہاتھ سے ۲۱ جنوری کی صبح کو لکھا "دعا کر رہا ہوں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آگیا ہے۔ خدا کی طرف سے جو بھی تقدیر ظاہر ہو صبر و رضا کے ساتھ قبول فرماویں غوری صاحب ایک فرشتہ صفت پاک انسان ہیں۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اُن کا انجام (ایسا ہو گا کہ وہ خدا سے راضی ہو گئے اور خدا ان سے) حالت میں ہو گا دوپہر کے بعد برادرم محمد ناظم خان غوری کی وساطت سے حضور ایدہ اللہ کا خط ملا اور اسی شام ہمارے محترم بھائی جان غوری صاحب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ محترم بھائی غوری صاحب موصی تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی جب کوئی لفظ ادا کرتے تو بقایا کے متعلق پوچھتے۔ بتایا جاتا فکر نہ کریں۔ آپ کا فاصلہ ہے تو خاموش ہو جاتے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ بیت الفضل لندن میں پڑھاتے "حضرت غوری صاحب" فرمایا انگشتری مبارک بھی چھوئی۔ غرضیکہ غوری صاحب عالم باعمل مخلص احمدی اور نیک انسان تھے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور اُن کے درجات بلند فرمائے اور ان کی ساری اولاد کو اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر چلائے۔ اُن کی غمزدہ بیوہ ہمشیرہ رضیہ کا محافظ و معاون ہو اور اُن کو صبر و سکون بخشے۔

وصایا

ضروری نوٹ:- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جا رہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری

مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر ۲۸۴۱۳ میں بشیر احمد قریشی ولد ناصر احمد قریشی قوم قریشی پیشہ طالب علم عمر ۲۱ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۸۶۰۵ سمن آباد لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵-۱۲-۹۰ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/۱۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ بشیر احمد قریشی ۶۰۵ ۸ سمن آباد لاہور۔ گواہ شد نمبر ۱۔ ڈاکٹر انور احمد وصیت نمبر ۲۳۲۸۲۔ گواہ شد نمبر ۲۔ منور احمد قریشی برادر موصی۔

مسل نمبر ۲۸۴۱۴ میں راجہ رضوان احمد ولد راجہ رشید احمد صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶-۱-۹۲ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی۔ اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/۲۰۰۰ روپے ماہوار بصورت ملازمت مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ راجہ رضوان احمد 5/35 ملیر توسیعی کالونی کراچی الیسٹ 75080۔ گواہ شد نمبر1۔ طارق اشفاق وصیت نمبر 25966۔ گواہ شد نمبر2۔ طاہر محمود وصیت نمبر 24527۔

مسل نمبر 28415 میں راجہ عرفان احمد ولد راجہ رشید احمد قوم راجپوت پیشہ طالب علم عمر 20 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 1992-1-6 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/100 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی۔ 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ راجہ عرفان احمد 5/35 ملیر توسیعی کالونی کراچی الیسٹ۔ گواہ شد نمبر1۔ طاہر اشفاق وصیت نمبر 25966۔ گواہ شد نمبر2۔ طاہر محمود وصیت نمبر 24527۔

مسل نمبر 28416 میں راجہ عدنان احمد صاحب ولد راجہ رشید احمد صاحب 5/35 ملیر توسیعی کالونی کراچی ایسٹ قوم راجپوت پیشہ طالب علم عمر 17 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن 5/35 ملیر توسیعی کالونی کراچی ایسٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 92-1-7 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ -/100 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ راجہ عدنان احمد صاحب 5/35 ملیر توسیعی کالونی کراچی۔ گواہ شد نمبر1۔ طاہر اشفاق وصیت نمبر 25966 ابن اشفاق احمد کراچی نمبر 75080۔ گواہ شد نمبر2۔ طاہر محمود وصیت نمبر 24527۔

نئے سال کی نئی کتب ——— جماعت اول تا دہم

گائیڈیں، خلاصہ جات، ٹیسٹ پیپرز اور ہر قسم کی امدادی کتب

بازار سے بارعایت خرید فرمائیں

رؤف بکڈپو اینڈ کاپی ہاؤس اقصیٰ روڈ ربوہ

ضرورت ہے

1- ایک عدد مینجر عمر تقریباً 50 سال میٹرک
2- ایک عدد سیلز مین - نوجوان
3- ایک ڈرائیور عمر تقریباً 50 سال

تنخواہ حسب قابلیت

درخواستیں صدر یا امیر صاحب کی تصدیق کے ساتھ
ملک عبدالحفیظ، لبرٹی پلیس گلبرگ پلازا
دوکان نمبر 4/8 فرسٹ فلور لبرٹی مارکیٹ لاہور
فون 874094 گھر 488190

ڈیلر ——— پاک فین

رشید الیکٹرک سٹور

ریلوے روڈ۔ ربوہ

ہمارے ہاں سامان وائرنگ، ٹیوب لائیٹ
برقی مدھانی، واشنگ مشین، پنکھا موٹر
دستیاب ہیں

پاکستان میں
تازہ پھلوں کی مصنوعات
بنانے والا
سب سے بڑا ادارہ

شیزان

Shezan International Ltd., Lahore-Karachi.

adcom 111-89